ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

Vol.8. No.1 2025

"تاریخِ ادبِ اردو"(از جمیل جالبی) میں غالب کے فارسی حوالے، تحقیق و تجزیہ

ڈاکٹر حافظ منصور احمد

اسسٹنٹ پروفیسر فارسی، یونیورسٹی آف سرگودھا

احمد عباس طور

شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سرگودھا

Abstract

The history of any literature is a vital source of its sustaining. The historians of literature not only recall the information and facts but also reinforce the literature for next generations. Dr. Jamil Jalbi is the most renowned historian, critic, researcher, linguistic, translator and editor of Urdu Literature. His history book "Tareekh-e-Adab-e-Urdu" is the real gem among these all. It is the master-piece of history of Urdu literature. It is comprised of 4 parts. He has deliberately discussed all the poets and writers of Urdu, starting from beginning of Urdu language and literature. He has also discussed the details of those Urdu poets who have also produced numerous writings in Persian. Mirza Asad Ullah Ghalib is one among those poets. Dr. Jamil Jalbi, in his "Tareekh-e-Adab-e-Urdu" has given all available facts and details about Persian writings of Mirza Asad Ullah Ghalib. Jalbi has tried to encompass all the known and unknown areas of Ghalib's Persian poetry. He has produced the references of other books and journals to justify the greatness of Ghalib as Persian poet. He has listed Ghalib as one of great Persian poets among local great poets of Persian language through his research. All the Persian books of Ghalib; "Panj-Aahang", "Danstanbu", "Mehr-e-Neem Roz", " Kuliat-e-Nasre-e-Ghalib", "Qat-e-Burhan", Subd-e-Chain" are enough to justify Jalbi's statement.

کلیدی الفاظ: جمیل جالبی، تاریخِ ادبِ اردو، فارسی شاعری، غالب، قصیدہ، غزل، مثنوی، کلیات فارسی،

ادب کسی بھی معاشرے کا ایسا آئنہ ہوتا ہے جس میں اس معاشرے کی حقیقی تصویر دیکھی جاسکتی ہے۔ ادبا، شعرا اور مورخین اپنے معاشرے کے نہ صرف عکّاس ہوتے ہیں بلکہ اس کی حدود و قیود اور اس کے پر تاثیر اثرات کے امین ہوتے ہیں۔ کسی بھی دور کی نسل اپنی زبان کے نشیب و فراز، اس کی ساخت، خدوخال اور اس پر کیے کام سے تب ہی متعارف ہو سکتی ہے جب وہ اس کو تاریخی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اردو ادب میں اس حوالے سے بہت سے معروف نام ہیں جنھوں نے اردو ادب کو تاریخی زاویوں کے سانچوں میں ڈھالا ہے۔ زبان کو تاریخی حوالے سے بیان کرنا ایک دقت طلب اور عمیق الفکری والا کام ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اس میدان کو نہ صرف زرخیز بنایا ہے بلکہ تحقیق اور تاریخ کے جملہ اصول و ضوابط کو برقرار رکھا ہے۔ "تاریخ ادب اردو" اس حوالے سے ایک معتبر اور موقر تصنیف ہے۔ اردو ادب میں تاریخی تسلسل اور تحقیقی نقطۂ نگاہ کو برقرار رکھتے ہوئے صاحبِ کتاب نے عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ "تاریخِ ادبِ اردو" میں جمیل جالبی نے اردو ادب کی تاریخ کو مفصّل اور مدلّل انداز میں پیش کیا ہے۔ اس تاریخ میں جالبی نے اردو ادب کی تاریخ میں فارسی کے اثرات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ہم یہاں جالبی کی تاریخ کی روشنی میں اردو کلاسیکی شعرا کو بالعموم اور مرزا اسد اللہ خاں غالب کو بالخصوص، بحوالہ فارسی شاعری زیرِ بحث لائیں گے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی، اردو ادب کے معروف مورخ، محقق، مدون، نقاد، ماہرِ لسانیات، مترجم اور لغت نویس ہیں۔ آپ کی پیدائش کے وقت آپ کا نام محمد جمیل خان رکھا گیا تھا۔ آپ یکم جولائی 1929ء کو علیگڑھ میں پیدا ہوئے۔ آپ اپنی علمی، ادبی، تدوینی، اور تحقیق تخلیقات کے سبب اردو ادب میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔ آپ 1983ء میں جامعہ کراچی کے وائس چانسلر رہے، 1987ء میں مقتدرہ قومی زبان (ادارہ فروغ قومی زبان) کے چیئرمین مقرر ہوئے اور کئی سالوں تک اردو لغت بورڈ کے صدر رہے۔ متعدد کتابوں کے خالق ہیں اور دو سو سے زائد مضامین لکھے۔ ان کی اہم تصانیف میں اردو کی مستند تاریخ "تاریخ ادب اردو" (چار جلدیں)، "قدیم اردو کی لغت"، تنقیدی مضامین کا مجموعہ "ارسطو سے ایلیٹ تک" اور "پاکستانی کلچر" شامل ہیں۔ دیگر تصانیف و تالیفات میں " تنقید و تجربہ "، "نئی تنقید"، "ادب، کلچر اور مسائل"، "میراجی: ایک مطالعہ"، "

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

معاصر ادب (ادبی تنقید و فکری مضامین"،" بارہ کہانیاں (بچوں کا ادب)"، "حیرت ناک کہانیاں (بچوں کا ادب)"، خوجی (بچوں کا ادب)"، "قومی زبان یک جہتی نفاذ اور مسائل (فکری مضامین)"، "قلندر بخش جرأت لکھنوی تہذیب کا نمائندہ شاعر"، "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ"، "دیوانِ حسن شوقی"، "دیوانِ نصرتی' اور "برصغیر میں اسلامی جدیدیت" "فرہنگِ اصطلاحاتِ جامعہ عثمانیہ"، "قومی انگریزی اردو لغت" شامل ہیں۔ اردو ادب کی تاریخ نویسی میں ان کا مقام انفرادی نوعیت کا ہے۔ اردو ادب کی متعدد تواریخ کی موجودگی میں "تاریخِ ادبِ اردو" کو بے مثل انفرادیت حاصل ہے۔

اردو زبان کا عربی، فارسی اور ہندی سے گہرا تعلق ہے۔ اردو میں جہاں اور بہت سی زبانوں کے الفاظ ہیں وہاں یہ تین زبانیں اردو کی تشکیل کا ذریعہ ہیں۔ اگر اس زبان کی ابتدا پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کے خمیر میں ان تینوں زبانوں کی آمیزش ہے، اردو میں بہت سی اضافِ سخن کا تعلق براہِ راست عربی اور فارسی سے ہے۔ اسی لیے اردو ادب کے حوالے سے جتنی بھی تاریخیں لکھی گئیں ہیں ان میں ان زبانوں پر کیے گئے کام کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی نے اپنی کتاب میں اردو کے تاریخی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے اردو شعرا و ادباء کے مختلف ادوار میں فارسی زبان پر کیے گئے کام کو بیان کیا ہے۔

اردو زبان کے ابتدائی ایام میں اردو زبان کے خدوخال پر فارسی زبان کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ فارسی اسلوب و آہنگ نے کئی دہائیوں تک اردو شاعری کو متاثر کیے رکھا۔ اردو شاعری کے ابتدائی نقوش سے لیکر کلاسیکی عہد کے خاتمے تک اردو شاعری، فارسی ہی کے زیرِ اثر پروان چڑھی۔ آہستہ آہستہ فارسی، اپنا اثر کھوتی رہی لیکن فارسی کی اردو زبان میں آمیزش کی بنا پر عہدِ جدید کی شاعری بھی فارسی الفاظ و تراکیب اور اسلوب سے مزین ہے۔ اردو شاعری کے ابتدائی ادوار میں فارسی شاعری کا غلبہ تھا۔ فارسی شاعری کے مقابلہ میں اردو شاعری کو خاطر خواہ اہمیت حاصل نہ تھی۔ ایک عرصے تک اردو شعرا نے فارسی شاعری کو متوازی خطوط پر رائج رکھا۔ دہلی میں منعقدہ فارسی مشاعروں کا رواج اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو کے نامور کلاسیکی شعرا، جنہوں نے اردو شاعری سے شہرتِ دوام حاصل کی، نے فارسی شاعری میں بھی خاطر خواہ طبع آزمائی کی۔ یہ الگ بات ہے کہ انہیں اردو شاعری میں زیادہ پزیرائی ملی۔ اس کی وجوہات کچھ بھی ہو سکتی ہیں۔ ان میں سے بعض شعرا کا کلامِ اردو ان کے کلام فارسی سے معیاری اور مقداری اعتبار سے زیادہ ہے۔ ایک وجہ اس دور میں فارسی زبان کا نسبتاََ عدم رواج بھی ہو سکتی ہے۔ اردو زبان کو سرکاری سرپرستی اور اہمیت حاصل ہو جانا بھی اس کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ "تاریخِ ادبِ اردو" جلد اول میں جمیل جالبی بیان کرتے ہیں:

> "شمال میں فارسی کا طوطی بول رہا تھا۔ وہ اہلِ علم و ادب قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے جو فارسی میں اپنی صلاحیت کے جوہر دکھاتے تھے۔
> دکن و گجرات میں شمال کے خلاف، تہذیبی و سیاسی قلعہ بندی کی وجہ سے، اردو زبان کو بہت جلد دربار سرکار کی سرپرستی اور اہمیت و حیثیت حاصل ہوگئی جو شمال میں صرف فارسی کو حاصل تھی۔"(1)

"تاریخِ ادبِ اردو" چار جلدوں پر مشتمل اردو ادب کی مفصل ترین ادبی تاریخ ہے۔ جس میں جمیل جالبی نے اردو ادب کے معروف اور غیر معروف تمام شعرا و ادبا کی ادبی تحاریر و تصانیف، اردو کے آغاز و ارتقا، تمام اصنافِ سخن، ادبی تناظیم، تحاریک اور محافل کا تفصیلی جائزہ لینے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ مورخ نے شعرا و ادبا کی تخلیقات کے معیار و مرتبہ کا تعین کرتے ہوئے اپنی آرا بھی پیش کی ہیں۔ اس کے علاوہ، اردو کلاسیکی شعرا کے ہاں فارسی شاعری کی موجودگی، معیار، مقدار کا جائزہ بھی لیا ہے۔ "تاریخِ ادبِ اردو" کی جلد چہارم میں مرزا اسد اللہ خاں غالبؔ کی تخلیقی جہات کو شامل کی گیا ہے۔ جلد چہارم کی فصلِ اول کے پہلے سات باب غالب کے دور، ان کے خاندانی پسِ منظر، احوال اور تخلیقات کا احاطہ کرتے ہیں۔ جالبی کی تاریخ کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ انہوں نے غالب سے متعلقہ تمام ممکنہ اور دستیاب ذرائع سے استفادہ کیا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے مورخ نے نہ صرف غالب کے تاریخی احوال و آثار کو شاملِ تحقیق کیا ہے بلکہ ان کے کام کے بارے میں تنقیدی آرا بھی پیش کی ہیں۔

مرزا اسد اللہ غالبؔ (1797-1869ء) اردو اور فارسی کے نمائندہ شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے انیسویں صدی عیسوی میں برصغیر کی اردو شاعری کو نئے اسلوب، آہنگ اور جدتِ طرز سے روشناس کرایا۔ جمیل جالبی کے مطابق، اردو شاعری کے حوالہ سے ان کا نمائندہ خاصہ اردو غزل ہے لیکن اردو نثر میں آپ نے خطوط، تقاریض اور متفرق اردو نثر پارے بھی لکھے ہیں۔(2) فارسی شاعری میں غزل، قصیدہ اور مثنوی ان کی مرغوب اصنافِ سخن رہی ہیں۔ فارسی شاعری کے علاوہ فارسی نثر میں ان

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

کا کام بدرجہا وقیع، معیاری اور مقداری ہے۔ فارسی نثر میں خطوط، قواعد، تاریخ، لغت نویسی، فارسی علمِ صرف، روزنامچہ اور ترجمہ شامل ہیں۔ جالبی نے غالب ؔ کے متعلقہ کوائف مختلف ذرائع سے اکٹھے کیے ہیں۔ ان کے آباؤاجداد کے حوالہ سے بات کرتے ہوئے جالبی نے "تذکرہ مظہر العجائب" کے لیے غالب کے لکھے ہوئے حالات کا ذکر کیا ہے:

"اسد اللہ خاں عرف مرزا نوشہ، غالب تخلص، قوم کا ترک سلجوقی، برکیارق سلجوق کی اولاد میں سے، اس کا دادا قوقان بیگ خاں، شاہ عالم کے عہد میں سمرقند سے دلّی میں آیا۔ پچاس گھوڑے اور نقارہ نشان سے بادشاہ کا نوکر ہوا۔ پہاسو کا پرگنہ، جواب سُمرو کی بیگم کو سرکار سے ملا تھا، وہ اس کی جائیداد میں مقرر تھا۔ باپ اسد اللہ خاں مذکور کا عبد اللہ بیگ خاں دلّی کی ریاست چھوڑ کر اکبر آباد میں جا رہا"(3)

جالبی نے غالب ؔ کے اجداد کے بارے میں مفصل لکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ غالب ؔ کے بارے میں تفاصیل کے حصول میں ان کے لکھے گئے خطوط بہت حد تک کار آمد رہے ہیں۔ غالب ؔ نے خطوط میں جو تفاصیل درج کیں ان کے مطابق، ان کے والد عبد اللہ بیگ خاں اور چچا نصر اللہ بیگ خاں کا تعلق سپہ گری سے تھا جو کہ ان کا خاندانی پیشہ تھا۔ غالب ؔ کی پیدائش کے بارے میں جالبی لکھتے ہیں:

"میرزا محمد اسد اللہ بیگ خاں ولد میرزا عبد اللہ بیگ خاں عرف میرزا دولھا کے ہاں 8 رجب 1212ھ مطابق 27 دسمبر 1797ء کو، بدھ کے دن، سورج نکلنے سے چار گھڑی پہلے، خواجہ میرزا غلام حسین خاں کمیدار کی بیٹی عزت النسا بیگم کے بطن سے آگرہ میں پیدا ہوئے۔" (4)

اس تاریخ میں مورخ نے غالب کی ابتدائی تعلیم، اسناد، آغازِ شاعری، شادی، بچوں کی پیدائش و وفات، مسلک، وظیفے، خطابات، القابات، عرف، مشاعروں میں شرکت، ادبی معرکے، عادات و خصائل، ان کے فارسی شاعری کے استاد اور پنشن کے حصول تک کی تاریخی تفصیل پیش کی ہے۔ علاوہ ازیں، غالب کی اردو اور فارسی تصانیف کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جالبی نے غالب کی تمام فارسی کتب کے بارے میں مفصل لکھا ہے۔ سب سے پہلے "پنج آہنگ" کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے "پنج آہنگ" کی وجہِ تصنیف، دیباچہ، قلمی نسخوں اور سنِ اشاعت کے بارے بتایا ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے بارے میں بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پنج آہنگ" فارسی دانی و فارسی نویسی کے لیے ایک مفید کتاب ہے۔ اس سے فارسی مکتوب نویسی کی تعلیم کا ایک نیا باب کھُلتا ہے۔ "پنج آہنگ" دو مرتبہ غالب کی زندگی میں شائع ہوئی۔ اس کا پہلا ایڈیشن حکیم نجف خاں بہادر کے زیر اہتمام مطبع سلطانی عملی سے 4 اگست 1849ء، 13 رمضان المبارک 1265ھ کو شائع ہوا اور دوسرا ایڈیشن مطبع دار السلام دہلی سے اپریل 1853ء میں شائع ہوا۔"(5)

جالبی نے "پنج آہنگ" کی تفصیلات بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کے دونوں ایڈیشنوں میں پہلے تین آہنگ (ابواب) میں کوئی تبدیلی نہیں ہے لیکن آخری ابواب میں تبدیلیاں ملتی ہیں۔ 1848ء میں شائع ہونے والی "کلیاتِ نثر غالب" میں بھی "پنج آہنگ" شامل ہے غالب کی وفات کے بعد بھی اس کے دو ایڈیشن 1871ء اور 1888ء میں شائع ہوئے یوں انیسیوں صدی کے اواخر تک اس تصنیف کو تدریسِ فارسی کے لیے شہرت حاصل ہو چکی تھی۔ غالب کی دیگر فارسی تصانیف کی تفصیل بھی اسی تاریخ میں دستیاب ہے۔ غالب کی فارسی میں لکھی ہوئی خاندانِ تیموریہ کی تاریخ کا ذکر بھی اسی تاریخ کی کتاب میں ملتا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ بہادر شاہ ظفر نے غالب کو 'نجم الدولہ' اور 'دبیر الملک'، کے خطابات عطا کرتے ہوئے پچاس روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا اور امیر تیمور سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک کے حالات لکھے جانے کا طے ہوا۔ ہمایوں بادشاہ تک کے حالات لکھے گئے تھے۔(6) لیکن اس کے بعد کام آگے نہ چل سکا۔ اس کے دیباچہ میں لکھ دیا گیا کہ اس کتاب کا نام "پرتوستان" ہے جس کے دو حصے ہیں ایک "مہر نیم روز" اور دوسرا "ماہ نیم ماہ"۔ "میر نیم روز" اگست 1854ء تک مکمل ہو گیا اور ستمبر 1854ء بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا گیا۔ 1857ء کے غدر کے بعد "ماہِ نیم ماہ" بن لکھی رہ گئی۔

"تاریخ ادبِ اردو" میں جالبی نے غالب کی ایک اور فارسی تصنیف "دستنبو" کا ذکر کیا ہے۔ "دستنبو" 1857ء کا روزنامچہ ہے جس میں مئی 1857 سے لے کر جولائی 1858ء تک کے حالات درج ہیں یہ نومبر 1858ء میں شائع ہوا۔ اس میں غالب نے عربی الفاظ سے اجتناب کیا اور قدیم فارسی زبان استعمال کی۔ عربی زبان کے فارسی کے اس قدر اشتراک کی وجہ سے اس قدر احتیاط کے باوجود بہت سے عربی الفاظ جیسا کہ شرر، صاحب، قلعہ، غوغا، خنجر، ماتم اور زمزمہ، شاملِ دستنبو ہیں۔(7) منشی نول کشور نے 1868ء

میں لکھنو سے "کلیاتِ نثر غالب" میں "پنج آہنگ"، "مہر نیم روز" اور "دستنبو" کو اکٹھا شائع کیا اور اس کے بعد اس کے دوسرے، تیسرے اور چوتھے ایڈیشن کو بالترتیب 1871ء،1884ء اور1888ء میں شائع کیا۔

جالبی نے لکھا ہے کہ غالب کی تمام فارسی کتب میں سے "قاطع برہان" سب سے زیادہ ہنگامہ خیز ثابت ہوئی۔ "قاطع برہان" محمد حسین تبریزی کی معروف لغت "برہان قاطع" کا جواب ہے جس میں غالب نے محمد حسین تبریزی کی اس لغت میں کی جانے والی غلطیوں کو حاشیہ پر درج کرتے ہوئے مسودہ کی صورت تحریر کیا۔ یہ کتاب نول کشور پریس نے لکھنو سے 1862ء میں شائع کیا۔ "قاطع برہان" کے بارے میں بات کرتے ہوئے غالب نے ایک خط میں میر مہدی حسن مجروح کو لکھا: "قاطع برہان کا چھاپا ختم ہوا۔ ایک جلد بطریقِ نمونہ آگئی۔ میں نے پچاس جلدوں کی درخواست پہلے سے دررکھی ہے۔ اب پچاس روپے بھیجوں تو انچاس جلدیں منگواؤں۔ دیکھیے نومن تیل کب میسر ہو اور رادھا کب ناچے"۔(8) اس کتاب کی اشاعت کے بعد ہندوستان کے علمی حلقوں میں ہلچل مچ گئی۔ 1865ء میں غالب نے "برہان قاطع" از محمد حسین تبریزی پر مزید اعتراضات اٹھاتے ہوئے ترمیم واضافہ کے ساتھ "قاطع برہان" کا نیا ایڈیشن "درفش کاویانی" کے نام سے شائع کیا۔ غالب کے "برہان قاطع" کے متن پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کی فہرست طویل تھی جن میں سے اس دور کے اہل علم احباب نے بہت سے اعتراضات کو درست مانا اور چنداں کو تعصب اور ذاتیات کے دائرہ میں محصور کر دیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ غالب فارسی زبان کے علما اور اکابرین میں اپنے ہم پلہ کسی کو نہ مانتے تھے اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ فارسی شاعری میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں تھا۔ "قاطع برہان" کی اشاعت کے بعد ادبی تصادم کا ایک نہ رکنے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔ "برہان قاطع" اور "قاطع برہان" کے حمائتیوں کے درمیان اشاعتوں کی جنگ چھڑ گئی۔ "قاطع برہان" کے جواب میں بہت سی کتب اور رسائل سامنے آئے۔ ان میں سے چنداں کا ذکر جمیل جالبی نے اپنی تاریخ میں کر رکھا ہے۔ "قاطع برہان" از غالب کے خلاف لکھی جانے والی کتب اور رسائل میں "محرّق قاطع برہان" (فارسی) از سید سعادت علی، مطبوعہ مطبع احمدی، شاہدرہ1864ء، "ساطع برہان" (فارسی) از میرزا رحیم بیگ رحیم میرٹھی، مطبع ہاشمی، میرٹھ 1867ء، "قاطع القاطع" (فارسی) از امین الدین دہلوی، مطبع مصطفائی، دہلی 1867ء، "موید برہان" (فارسی) از آغا احمد علی احمد، مطبع مظہر العجائب کلکتہ 1866ء، "ہنگامہ دلِ آشوب" (فارسی) مطبوعہ آرہ، 1867ء، "تیغ تیز تر" (فارسی) مطبوعہ مطبع نبوی 1867ء، "ہنگامہ دل آشوب" (حصہ دوم) مطبع منشی سنت پرشاد، آرہ 1867ء، "شمشیر تیز تر" از آغا احمد علی احمد، مطبع نبوی، کلکتہ 1868ء، شامل ہیں۔(9)

جالبی کے کوائف کے مطابق غالب نے 1835ء میں "میخانہ آرزو" کے نام سے اپنا فارسی کلام مرتب کیا جسے نواب ضیاءالدین احمد خاں نیر ورخشاں کی مدد سے مطبع دارالسلام دہلی سے شائع کیا گیا۔(10) اس کا دوسرا ایڈیشن 1863ء میں نول کشور پریس سے شائع کیا گیا۔ بوجوہ غالب کا کلیاتِ فارسی نہ چھپ سکا لیکن غالب کا فارسی کلیات تین جلدوں میں: "غزلیاتِ فارسی" جسے وزیر الحسن عابدی نے مرتب کیا، "قصائد و مثنویاتِ فارسی" جسے غلام رسول مہر نے مرتب کیا اور قطعات ورباعیات، مخمس کو غلام رسول مہر ہی نے شائع کیا۔ کلیاتِ فارسی کی طباعت کے بعد غالب کا کہا گیا فارسی کلام اور غالب کا وہ فارسی کلام جو ان کے احباب کے پاس تھا، دونوں کو ملا کر 1867ء میں مطبع محمدی دہلی سے "سبد چین" کے نام سے پہلی بار شائع کیا گیا۔(11) اس میں غالب کے فارسی قصائد، فردیات، ترکیب بند، قطعات، ترجیع بند، غزلیات اور رباعیات شامل ہیں۔ فارسی کلیات اور سبد چین کی اشاعت میں کسی بھی وجہ سے رہ جانے والا فارسی کلام "باغ دودر" کے نام سے شائع کیا گیا۔ اس کے دو حصے ہیں۔ پہلے میں کلامِ غالب اور دوسرے میں نثر غالب شامل ہیں۔ اس کے علاوہ حضرت علی سے منسوب "دعاءِ صباح" بھی فارسی میں لکھی گئی جسے مطبع نول کشور لکھنو سے چھاپا گیا۔ ان سب کے علاوہ غالب کی اپنی زندگی میں مرتب کردہ تصنیفات، تالیفات اور تراجم کو ایک رسالہ کی صورت میں اکٹھا کیا گیا۔ "رسالہ فن بانک" ایک نایاب رسالہ ہے۔(12)

غالب کا شمار ان شعرا میں ہوتا ہے جو ایک ہی وقت میں اردو اور فارسی شاعری میں بے مثال ہیں۔ برصغیر میں ان کی وجہِ شہرت بطور اردو شاعر زیادہ ہے جب کہ ایران میں ان کی وجہِ شہرت بطور فارسی شاعر زیادہ ہے۔ غالب نے اپنے بچپن ہی سے اپنی شاعری کا آغاز اردو زبان سے کیا تھا لیکن ان کی وفات سے قبل ان کا فارسی کلام ان کے اردو کلام سے بدرجہا وقیع، مقداری اور معیاری ہے۔ جمیل جالبی کے مطابق غالب سے قبل بیسیوں چھوٹے بڑے شعرا نے ایک ہی وقت میں اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں شاعری کر رکھی تھی اس لیے غالب کے لیے یہ کوئی نیا تجربہ نہ تھا۔ انیسویں صدی تک برصغیر میں فارسی کے بنیادی ماخذات ملتے ہیں۔ اس دور میں فارسی سرکاری وغیر سرکاری

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

سطوحات پر پڑھی، لکھی اور بولی جاتی تھی۔ اس امر کا اندازہ ہم اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ غالب نے اپنی شاعری کا آغاز اردو سے کیا لیکن اسی امر کو "گلِ رعنا" کے دیباچہ میں فارسی میں یوں بیان کر رہے ہیں: "چوں در آغا خار خارِ جگری کاوِی شوقم ہمہ صَرفِ نگارشِ اشعار اُردو زباں بود در سلکِ ایں تحریر ہم ہمان جادہ گذاردہ و ہمان راہ سپردہ شد" (13)۔ اسی طرح غالب کی شاعری کے آغاز کے سنین کی دریافت کے سلسلہ میں جب دیکھا جاتا ہے تو غالب کی اپنی بیان کردہ معلومات ہی قاری کے لیے کافی دکھائی دیتی ہیں۔ جالبی نے کالی داس گپتا رِضا کے بتائی گئی تاریخ کے مطابق غالب کی اردو شاعری کے آغاز کے بارے میں غالب کی عمر دس سے گیارہ سال بیان کی ہے۔ مزید استفسار پر علم ہوتا ہے کہ غالب نے خود اپنی شاعری کے آغاز کے بارے میں اپنی عمر گیارہ سال بتائی ہے۔ "خاتمہِ دیوانِ فارسی" میں غالب کہتے ہیں: "از روزیکہ شمارہ سنین عُمراز آحاد فراترک رفت و در رشتہ حساب زحمتِ یازو ہمیں گرہ بہ خود بر گرفت، اندیشہ درو اروگام فراخ برداشت و گریوہ ومغاکِ بادیہ سخن پیمودن آغاز نہاد" (14)

غالب نے جس دور میں شاعری شروع کی اس دور میں تمام تعلیم یافتہ افراد فارسی زبان سے اچھی خاصی شناسائی رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیم کا آغاز بھی فارسی سے ہی کیا۔ ان دنوں فارسی کافی مقبول عام زبان تھی۔ برصغیر میں بالخصوص اس زبان کو تقدیم حاصل تھی۔ اردو ابھی اپنے ابتدائی مدارج میں تھی۔ فارسی زبان کی اس مقبولیت کی وجہ سے غالب نے فارسی زبان کو ذریعہِ اظہار بنایا۔ انہوں نے نظم و نثر کے لیے فارسی زبان کو بہت زیادہ استعمال کیا۔ وہ خود کو فارسی شاعر کہلوانا پسند کرتے تھے، اپنی فارسی شاعری اور نثر پر فخر محسوس کرتے تھے۔ غالب کی فارسی گوئی کے بارے میں مولانا الطاف حسین حالی "یادگارِ غالب" میں رقم طراز ہیں: "مرزا کے کلام میں جو چیز سب سے زیادہ گراں ہے وہ ان کی فارسی نظم و نثر ہے"۔ (15) "تاریخِ ادبِ اردو" میں جمیل جالبی نے غالب کی فارسی شاعری کے حوالہ سے بات کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان کی شاعری کے اسلوب اور زبان و بیان پر فارسی زبان کے ان تمام نامور شعرا کے اثرات دکھائی دیتے ہیں جن کی وجہ سے فارسی شاعری کو شہرتِ دوام ملی ہے۔ ان اساتذہِ فن میں عرفی، خاقانی، انوری، طالب آملی، ظہوری، نظیری، علی حزیں اور بیدل شامل ہیں۔ (16) غالب، بیدل کو اپنا استاد گردانتے تھے یہی وجہ ہے کہ ان کی اردو اور فارسی شاعری پر بیدل کی شاعری کے اثرات نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ اس امر کا اظہار، غالب اپنی شاعری میں بھی کر چکے ہیں۔ بیدل کے علاوہ فارسی قصیدہ گوئی میں وہ عرفی کے بہت مداح تھے اور بہت سے قصائد عرفی کی زمینوں میں کہہ چکے تھے۔ غالب نے فارسی غزل میں نظیری سے اکتسابِ فن کیا۔

برصغیر میں انگریزوں کی دخل اندازی سے قبل، درباری طرزِ حکومت رائج تھا۔ کئی صدیوں تک اس طرزِ حکومت کے رواج کی وجہ سے فنِ قصیدہ گوئی کو بہت فروغ مل چکا تھا۔ اس دور کے تمام بڑے شعرا، سوائے چند ایک کے، قصیدہ گوئی میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے۔ غالب تک آتے آتے، قصیدہ بخت کی بلندیوں کو چھو رہا تھا۔ غالب نے بھی فارسی میں قصائد کہے۔ ان کے قصائد کی کل تعداد 71 ہے۔ کلیات فارسی میں غالب کے 64 جبکہ "سبد چیں" اور "باغِ دودر" میں 7 قصیدے شامل ہیں۔ ان میں سے حمد، نعت اور منقبت سے متعلقہ 12 قصائد ہیں۔ سب سے زیادہ 15 قصائد بہادر شاہ ظفر کی مدح میں لکھے گئے۔ باقی ماندہ قصائد مسلم اکابرین اور انگریز افسران کی مدح میں لکھے گئے۔ (17)

اس تاریخ میں بتایا گیا ہے کہ غالب کے فارسی قصائد مدح کے ساتھ ساتھ تاریخی، معاشرتی، سیاسی واقعات کا بھی احاطہ کرتے ہیں۔ غالب کے قصائد موضوعاتی اعتبار سے محدود ہیں۔ ان کے موضوعات میں حمد، نعت، منقبت شامل ہیں ان کے علاوہ زیادہ قصائد مدحیہ ہیں جو اس دور کے مطابق دربار کی شان کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری سمجھے جاتے ہیں۔ ان قصائد کے ساتھ شاعر کا معاشی، سیاسی اور سماجی مفاد وابستہ ہوتا ہے۔ اس دور کی شاعری کے معیار کے مطابق کسی بھی شاعر کو اپنی قابلیت منوانے کے لیے دیگر اصنافِ سخن میں بھرپور گرفت رکھنے کے ساتھ ساتھ قصیدہ میں مہارتِ تامہ رکھنا لازم تھا۔ قصیدہ ہی ہر شاعر کی عظمت، کمالِ فن اور مقام و مرتبہ کا تعین کرتا تھا۔ خواجہ میر دردؔ کو آدھا شاعر اسی لیے کہا گیا تھا کہ انہوں نے کوئی قصیدہ نہیں لکھا تھا۔ غالب تو ناسخ کو "یک فنا" صرف اسی لیے کہتے تھے کہ وہ صرف غزل کے شاعر تھے، قصیدہ اور مثنوی سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔ (18) ڈاکٹر تنویر احمد علوی نے اپنے ایک مضمون "غالب کے فارسی قصائد" میں غالبؔ کی اس معاملہ میں رائے کو یوں بیان کیا ہے:

> " قصیدے کی شاعری ہی ایک ایسی بلند پایہ شاعری تھی جس میں دیوزادوں جیسا تخیّل اور صناعوں جیسی میناکاری اپنے بہترین امتزاج کے ساتھ ملتی تھی۔ مرزا خود بھی اربابِ سخن میں اس شخص کو مکمل شاعر نہیں مانتے تھے جو قصیدہ نہیں کہہ سکتا تھا۔" (19)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

غالب نے فارسی قصیدہ گوئی میں اپنے تخلیقی کمالات کی بدولت قصیدہ کے بنیادی اجزا مطلع، تشبیب، گریز، مدح، مدعا اور دعا کے ساتھ پورا انصاف برتا ہے۔ جالبی نے مزید بتایا ہے کہ غالب نے فارسی قصیدوں میں جدتِ طبع اور مضمون آفرینی کی آمیزش سے فنِ قصیدہ گوئی کو نقطۂ کمال تک پہنچایا۔ ان کے فارسی قصائد کو اس لیے بھی انفرادیت حاصل ہے کہ ان میں ندرتِ خیال، قدرتِ بیان، ذہانتِ طبعی اور رفعتِ تخیل موجود ہے۔ اس کے بارے میں ڈاکٹر نذیر احمد کا کہنا ہے: "اردو میں کوئی شاعر یا ادیب اُن کے مقابل کا موجود نہیں۔ فارسی میں اُن کے معاصرین میں نہ ہندوستان میں اور نہ ایران میں کوئی بھی اُن کے پائے کا نہ تھا۔"(20)

"تاریخِ ادبِ اردو" میں جالبی کا کہنا ہے کہ غالب کا اصل کمال ان کی فارسی غزل میں واضح دکھائی دیتا ہے۔ ان کی فارسی غزل رنگِ تغزّل، مضمون آفرینی، ندرتِ ادا، پیچیدہ معانی، خیال بندی اور فنی پختگی سے لبریز دکھائی دیتی ہے۔ غالب کی فارسی غزل پر ایرانی نژاد فارسی شعرا کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔ اساتذہ فن سے اکتساب کے باوجود غالب کی فارسی غزل کی انفرادیت قائم ہے۔ جالبی کا کہنا ہے ان کی فارسی غزل حافظؔ یا میرؔ کی طرح جذبہ واحساس کی شاعری نہیں ہے لیکن انہوں نے نظیریؔ، حافظؔ اور میرؔ سے جذبے کو لے کر مضمون آفرینی اور تفکّر کے اندر اس طرح شامل کیا ہے کہ ان کا رنگِ سخن، اثر و تاثیر کے ساتھ منفرد ہو گیا ہے۔ کبیر احمد جائسی نے "بازگشت" میں لکھا ہے: "غالب کی دل کی شاعری بھی ان کے دماغ کی تابع ہے، اسی وجہ سے ان کے یہاں وہ گہرا جذباتی رنگ نہیں ملتا جو شفائی، وحشی یزدی، شرف قزوینی وغیرہ کا خاصہ ہے" (21) غالب نے اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فارسی کے استاد شعرا کے بارے میں خاتمہ دیوانِ فارسی میں لکھا ہے ان کی فارسی غزل پر شیخ علی حزیں، طالب آملی، عرفی شیرازی، مُلا ظہوری اور نظیری کے اثرات موجود ہیں ان کی شاعری کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے کہ ہندوستانی نژاد فارسی شاعر بیدلؔ نے بھی ان کے کلام کو بہت متاثر کیا ہے۔ مرزا عبدالقادر بیدلؔ کے علاوہ انہوں نے کسی ہندوستانی فارسی شاعر کا نام نہیں لیا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وہ خود کو کسی بھی فارسی گو شاعر سے کم تر نہیں سمجھتے تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کا خیال ہے کہ:

> "میرزا منفرد ذہانت اور غیر معمولی قابلیت کے مالک تھے اور ان کی قابلیتوں کو کسی دوسرے حوالے کے بغیر بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ تسلیم ہے کہ غالب اور ان شعرا کے مابین کچھ ذہنی مماثلتیں بھی ہوں گی اور یہ مسلم کہ میرزا نے ان کے بعض اسالیب کی پیروی بھی کی ہے مگر غالب کی شاعری کی حیثیت مستقل ہے۔۔۔ انہوں نے نقالی کسی کی نہیں کی۔۔۔ شاعر صرف اسالیب سے نہیں بنتا، تجربات سے بنتا ہے۔ غالب پورا شاعر تھا۔ اس کے فارسی کلام میں بھرپور تجربات ملتے ہیں اور ان کو یکجا کیجیے تو ظہوری تو کیا وہ کسی کے بھی فیض یافتہ معلوم نہیں ہوتے"(22)

"تاریخِ ادبِ اردو" کے جمع شدہ کوائف کے مطابق غالب کے کلیاتِ نظم فارسی میں گیارہ مثنویوں پر مشتمل ہے۔ کچھ مثنویاں کلیات کے چھپنے کے بعد بھی لکھی گئیں یوں ان کی مثنویوں کی کل تعداد چوبیس بتائی گئی ہے جنہیں غلام رسول مہر نے "قصائد و مثنویاتِ فارسی" میں شامل کر رکھا ہے۔ (23) ان کی اہم فارسی مثنویوں میں "چراغِ دیر"، "بادِ مخالف"، "تقریظِ آئینِ اکبری" اور "ابرِ گہربار" شامل ہیں۔ غالب نے تیس سال کی عمر میں یہ مثنوی 1826-1827 میں بنارس میں لکھی۔ اپنے شاعرانہ محاسن کی وجہ سے اس مثنوی کو فارسی ادب میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس میں قوتِ شعر گوئی، شاعرانہ دلکشی اور بیان کی رنگینی نے مثنوی کے اصلی لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔ نیاز فتح پوری کا کہنا ہے: "غالب کی تمام مثنویوں میں یہی ایک مثنوی ایسی ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ ان پر بھی ایک زمانہ اعادۂ شباب کا آیا تھا۔"(24) "بادِ مخالف" کلکتہ کے قیام کے دوران لکھی گئی۔ جالبی نے اس کے سنِ اشاعت کے بارے میں تفصیل نہیں پیش کی۔ اس میں غالب کا زورِ بیان نقطۂ عروج پر ہے۔ یہ غالب کے تعلق سے تاریخی نوعیت کی مثنوی ہے۔ اس کا ہر شعر باہم مربوط اور مسلسل ہے۔ اس میں غالب کی قادرالکلامی جا بجا دیکھی جا سکتی ہے۔ اس فارسی مثنوی میں غالب کے شعری جوہر اپنے جوبن پر دکھائی دیتے ہیں۔

سرسید احمد خاں نے اصولِ تدوین کے مطابق محنتِ شاقہ سے "آئینِ اکبری" مرتب کی۔ اس کی تقریظ نویسی کے لیے غالب کو کہا گیا۔ غالب نے اس کی منظوم تقریظ لکھ دی۔ "تاریخِ ادبِ اردو" میں اس کے سنِ اشاعت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ اس میں غالب نے عہدِ جدید کو خوش آمدید کہتے ہوئے مردہ پروری اور قدیم آئین کو یکسر مسترد کر دیا۔ اسی نئے احساس کی وجہ سے غالب کی فارسی شاعری کو دوام ملا۔ سرسید نے اشاعت کے وقت اس تقریظ کو "آئینِ اکبری" میں شامل نہیں کیا۔ مثنوی "ابرِ گہربار"

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

غالب کی طویل ترین مثنوی ہے جس میں 928 ابیات شامل ہیں۔ حالی نے غالب کی اس مثنوی کو ممتاز قرار دیا ہے۔ اس کو غالب کی "کلیاتِ نظم فارسی" میں شامل کی گیا ہے۔ اس کا عنوان "مثنوی ناتمام موسوم بہ ابر گہر بار یا اسد اللہ غالب" ہے یہ ان کی آخری مثنوی ہے اور 1860ء میں اکمل المطابع سے الگ کتابی صورت میں شائع کی گئی۔ اس میں غالب کے طرزِ بیان اور پختگی کلام کو دیکھ کر یہ لگتا ہے کہ غالب نے اس کو پورے وجود کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ نیاز فتح پوری نے اس مثنوی کے بارے میں لکھا ہے:

"میرزا کے لب ولہجہ، میرزا کے اندازِ فکر اور اس کے جوشِ بیان کا جو دلکش امتزاج مثنوی ابر گہر بار میں نظر آتا ہے اس کی دوسر مثال ادبِ فارسی میں مشکل ہی سے مل سکتی ہے۔ یہ مثنوی نہ صرف غالب کی شاعری بلکہ اس کی طبعی وطبیعیاتی فکر کی بھی بہترین نمائندہ ہے۔" (25)

ڈاکٹر جمیل جالبی کی "تاریخ ادبِ اردو" غالب کی فارسی شاعری کے حوالہ سے مطالعہ سے ادراک ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی تاریخ میں اس عہد کی سیاسی سماجی صورت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے غالب کی حیات اور فن کے کوائف پورے اہتمام سے مرتب کیے ہیں۔ ان کی تاریخ میں برصغیر لکھے جانے فارسی ادب کی مکمل تاریخ ملتی ہے۔ جالبی نے برصغیر کے فارسی شعرا کے شخصی وذاتی تفاصیل پیش کی ہیں ساتھ ہی ان کے فنی سفر کو اعداد وشمار کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اردو ادب کی دیگر تواریخ میں اس قدر مفصل حقائق دستیاب نہیں ہیں۔ انہوں نے معروف اور غیر معروف شعرا اور ان کے معلوم ونا معلوم مواد کو قاری کی دسترس میں دیا ہے۔ فارسی زبان وادب کے قاری کے لیے برصغیر کے فارسی شعرا بالخصوص اردو اور فارسی کے مشترکہ شعرا کی تفصیل آسانی سے دستیاب ہے۔ برصغیر کے فارسی شعرا کا ذکر کرتے ہوئے، جالبی نے ان کے فنی معیارات کا ایران کے فارسی شعرا کے کلام کے ساتھ متوازن موازنہ بھی کیا ہے۔ ایسا کرتے ہوئے مورخ نے عقلی دلائل اور غیر متعصبانہ توجیہات پیش کی ہیں۔ اس تاریخ میں فارسی شاعری کی جملہ اصناف بشمول حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، مثنوی، شہر آشوب اور منظوم تقریظ کو شاملِ بحث کیا ہے اسی طرح فارسی نثر کی بھی تمام اصناف پر بات کی ہے۔ جالبی نے اس حقیقت کی طرف بھی اشارا کیا ہے کہ غالب کے اردو اور فارسی اشعار کی تعداد میں چند سو کے فرق کے باوجود برصغیر میں جتنی مقبولیت اردو شاعری کو ملی اتنی فارسی شاعری کو نہیں ملی۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ برصغیر میں فارسی جاننے والوں کی تعداد انتہائی کم ہو گئی ہے لیکن فارسی زبان کو سمجھنے والے علاقوں میں غالب کو آج بھی بہت مقبولیت حاصل ہے۔ غالب کو ان کی فارسی شاعری میں کمالِ فن کی وجہ سے فارسی زبان کے مقامی شعرا کے ہم پلہ گردانا جاتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ تاریخِ ادبِ اردو، ڈاکٹر جمیل جالبی، جلد اول، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1995، ص16
2۔ تاریخ ادب اردو، جمیل جالبی، مجلس ترقی ادب، لاہور، جلد چہارم، 2015ء، ص98
3۔ غالب کے خود نوشت حالات، اظہار الحق، مشمولہ "احوالِ غالب"، مرتبہ مختار الدین احمد، انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ 1953، ص27
4۔ تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، ص40
5۔ ایضاً، ص103
6۔ خطوطِ غالب (جلد دوم)، غلام رسول مہر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1869ء، ص559
7۔ دستنبو مرتبہ عبد الشکور احسن، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1969ء، ص27-28
8۔ خطوطِ غالب، غلام رسول مہر، جلد دوم، محولہ بالا، ص762
9۔ تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، ص69
10۔ ذکرِ غالب، مالک رام، مکتبہ جامعہ دہلی (پانچواں ایڈیشن) 1976ء، ص153
11۔ سبد چین، مرتبہ وزیر الحسن عابدی، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1969ء،، ص7
12۔ باغ دودر، تحقیق نامہ، سید وزیر الحسن عابدی، پنجاب یونیورسٹی لاہور 1970ء

13۔ گلِ رعنا، میرزا غالب، مرتبہ سید وزیر الحسن عابدی، ادارہ تحقیقات پاکستان، دانش گاہ پنجاب لاہور 1969ء، ص 4

14۔ غزلیات فارسی، مرتبہ سید وزیر الحسن عابدی، خاتمہ دیوان فارسی، دانش گاہِ پنجاب لاہور، 1969ء، ص ب

15۔ یادگارِ غالب، الطاف حسین حالی، نامی پریس کانپور 1897ء

16۔ تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، ص 164

17۔ ایضاً، ص 165

18۔ خطوطِ غالب، جلد اوّل، مرتبہ غلام رسول مہر، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1969ء، ص 214

19۔ تنقیدات مرتبہ پروفیسر نذیر احمد: مضمون ڈاکٹر تنویر احمد علوی بہ عنوان "غالب کے فارسی قصائد"، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی 1997ء، ص 121

20۔ غالب کی فارسی قصیدہ گوئی، نذیر احمد، مشمولہ "نذر منظور" مرتبہ اسلوب احمد انصاری، علی گڑھ، 1990ء

21۔ بازگشت، کبیر احمد جائسی، مکتبہ جامعہ نئی دہلی، 1975ء، ص 87

22۔ غالب کی فارسی شاعری، سید عبد اللہ، مشمولہ تنقیدِ غالب کے سو سال، پنجاب یونیورسٹی، 1969ء، ص 528-529

23۔ تاریخ ادب اردو، جلد چہارم، ص 172

24۔ غالب کی مثنوی نگاری، نیاز فتح پوری، مشمولہ "تنقیدِ غالب کے سو سال" مرتبہ سید فیاض محمود، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1869ء، ص 412

25۔ غالب کی مثنوی نگاری، نیاز فتح پوری، مشمولہ "تنقیدِ غالب کے سو سال" مرتبہ سید فیاض محمود، پنجاب یونیورسٹی لاہور، 1869ء، ص 425